"آیہ نفر" تحقیق کے آئینے میں

قسط اول

علی نصیری
مترجم: محمد حسنین نادر

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَ لِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ (۱)

سب مومنین کو ایک ساتھ جنگ پر نہیں نکلنا چاہیے۔ ہر گروہ سے کچھ لوگ کیوں مسافرت اختیار نہیں کرتے تاکہ دین خدا میں آگاہی حاصل کریں اور جب اپنی قوم کے پاس لوٹ کر آئیں تو انہیں ڈرائیں۔ شاید وہ ناپسندیدہ اعمال سے پرہیز کریں۔

چونکہ مذکورہ آیت میں نفر کا لفظ استعمال ہوا ہے لہٰذا اسے آیۃ "نفر" کہا جاتا ہے جب کہ "آیۃ الکرسی" اور "آیۃ نور" کی نامگذاری اسی قبیل سے ہے۔ بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ بعض آیات کی نامگذاری ان کے نزول کے تھوڑے ہی عرصے بعد خود پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کے زمانے میں مشہور ہو گئی تھی۔ (۲) کسی لفظ سے آیت کی نامگذاری جہاں اس آیت میں لفظ کے استعمال کی آئینہ دار ہوتی ہے وہاں ایک ایسے اہم مطلب کی بیان گر بھی ہوتی ہے کہ جس پر آیت صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہے۔ شاید "آیۃ نفر" بھی اس قاعدے سے خارج نہ ہو۔

اصول فقہ کی کتابوں میں بہت ہی کم موارد میں قرآنی آیات کو شاهد کے طور پر لایا گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود مذکورہ بالا آیت سے دو مقامات پر استفادہ کیا گیا ہے۔ خبرواحد کی حجیت کے باب میں (۳) اور دوسرا' عالم کی تقلید کے وجوب کے باب میں (۴) اس آیت میں صاحبان دین کی بات کو قبول کرنا

لازم ٹھہرایا گیا ہے نیز اس مطلب کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ ملاک و معیار کے لحاظ سے (حجیت کے اعتبار سے) معصوم کے فرمان، روایت اور انذار میں کوئی فرق نہیں ہے۔ چنانچہ اس مقدمہ کی روشنی میں ہر وہ خبر شرعاً حجت ہو گی کہ جس کا راوی عادل ہو۔ جیسا کہ تفقہ (آگاہی) کو علم دین کے حصول کی خاطر وطن چھوڑنے والوں کے ساتھ مخصوص کرنے کا مقصد بھی قوم پر ان کی پیروی کو لازمی ٹھہرانا ہے۔

بہرحال اس مقالہ میں ہمارا ہدف اس آیت کے ضمن میں کی جانے والی اصولی بحثوں کو چھیڑنا نہیں ہے بلکہ ان اہم نکات کی طرف قارئین کی توجہ دلانا ہے جن کی طرف آیہ مبارکہ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ ان مطالب کا جاننا جہاں علمی مدارس کے محققین کے لئے بہت مفید ہے وہاں تمام مسلمانوں کے لئے بھی فائدے سے خالی نہیں ہے۔ لیکن ابتداء میں آیہ شریفہ کے حوالے سے مفسرین کے اقوال کو مورد بحث قرار دینا مناسب ہوگا۔

آیت نفر مفسرین کی نظر میں

مفسرین کی طرف سے بطور کلی اس آیت کی چار مختلف تفسیریں کی گئی ہیں۔ اختلاف کا سبب درج ذیل دو امر ہو سکتے ہیں۔

۱۔ آیت کے شان نزول کے عنوان سے بیان کی جانے والی روایات کا اختلاف ان روایات میں آیت شریفہ کے تین طرح کے شان نزول بیان کئے گئے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی بھی آیت کے شان نزول سے آگاہی اس کی صحیح تفسیر میں بہت مدد دیتی ہے لیکن مذکورہ آیت کے شان نزول کے حوالے سے بیان کی جانے والی روایات نہ فقط سند کے لحاظ سے ضعیف ہیں بلکہ باہم بھی بڑی حد تک مختلف ہیں۔ (۵)

۲۔ آیہ شریفہ میں استعمال ہونے والے کلمات اور ضمیروں کی کثرت و تکرار: قرآن کریم کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کی آیات ابتدائی طور پر مختلف احتمالات پر قابل انطباق محسوس ہوتی ہیں لیکن استدلال کی مدد سے دقیق غور و فکر کے بعد کسی ایک نظریہ کی طرف راہنمائی کرتی ہیں لہٰذا آیہ شریفہ میں استعمال ہونے والے کلمات کا تکرار اور ضمیروں کی کثرت کے سبب سے ابتدائی مرحلے میں مذکورہ مختلف تفسیروں میں سے کسی بھی تفسیر کو اختیار کرنے کا راستہ کھلا ہے گو کہ یہ تفاسیر نتیجہ گیری میں مختلف ہی کیوں نہ ہوں۔

آیہ مبارکہ کے معنوں مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَافَّةً اور فلو لا نفر میں لفظ "نفر" مذکورہ چار تفسیروں میں یا تو جہاد کے لئے کوچ کرنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے یا پھر حصول علم کے لئے کوچ کرنے کے معنی میں۔ اگر یہ لفظ فقط جہاد کی خاطر کوچ کرنے کے معنی میں ہو تو دو صورتیں متصور ہیں۔

۱) باقی ماندہ لوگ (جہاد پر نہ جانے والے) دین میں سوجھ بوجھ حاصل کریں اور کوچ کرنے والوں کو ان کی واپسی پر انذار کریں اور ڈرائیں (احکام الٰہی کی مخالفت سے)

۲) مجاہدین دوران جہاد قدرت الٰہی کی نشانیوں کا ملاحظہ کرنے اور دین میں فہم و فراست کے حصول کے بعد باقی ماندگان کو انذار کریں۔ ایک اور ممکنہ صورت یہ ہے کہ آیہ شریفہ کے دونوں مرحلوں میں "نفر" کا لفظ فقط حصول علم کے لئے کوچ کرنے کے معنوں میں استعمال ہو اور چوتھی صورت یہ ہے کہ پہلے جملے میں "نفر" کا معنی جہاد کے لئے نکلنا لیا جائے اور دوسرے جملے میں "نفر" سے مراد تحصیل علم کے لئے سفر کرنا ہو۔ اب ہم ان چاروں صورتوں (تفسیروں) میں سے ہر ایک کا تحقیقی جائزہ لیتے ہیں۔

پہلی تفسیر

پہلی تفسیر کی بنیاد پر آیت کا معنی کچھ یوں ہو گا۔ "ضروری نہیں ہے کہ سب مومنین جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوں بلکہ ہر قبیلے سے ایک گروہ جہاد پر جائے اور باقی ماندگان پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ پر نازل ہونے والی آیات اور آپ کی رفتار و گفتار سے علمی فائدہ اٹھائیں اور جب مجاہدین میدان جنگ سے لوٹ کر آئیں تو انہیں آیات الٰہی اور روایات نبوی سنا کر (ناپسندیدہ اعمال کی بجا آوری سے) ڈرائیں"

واضح رہے کہ مذکورہ تفسیر میں دونوں جملوں میں "نفر" کا معنی جہاد کے لئے نکلنا لیا گیا ہے اور مدینہ منورہ کو کوچ کرنے کا مبدا قرار دیا گیا ہے۔ ابن کثیر (۶)، آلوسی (۷)، محمد عبدہ (۸) اور تفسیر نمونہ (۹) نے اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے۔ اور مرحوم طبرسی نے بھی آیہ شریفہ کی تفسیر میں تین مختلف آراء پیش کرتے ہوئے اسی رائے کو اولویت دی ہے۔ (۱۰) اس تفسیر کا محور و منبع وہ روایت ہے جو ابن عباس سے نقل کی گئی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: "جب پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ میدان جنگ کی طرف نکلتے تو منافقین و معززین کے علاوہ دیگر مسلمان آپ کے ہمراہ ہوتے تھے۔ لیکن غزوہ تبوک میں منافقین کی واضح منافقت کے بعد جب بعض آیات میں ان کی مذمت کی گئی تو مومنین نے کہا: "خدا کی قسم ہم اب تمام غزوات اور سرایا میں شرکت کریں گے۔ لہٰذا جب پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے ایک سریے کی آمادگی کا حکم دیا تو تمام مسلمان ایک ساتھ نکل کھڑے ہوئے اور انہوں نے پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کو مدینہ میں تنہا چھوڑ دیا"

چنانچہ اس واقعہ کے بعد مذکورہ آیت نازل ہوئی جس میں مسلمانوں سے کہا گیا کہ وہ سب کے سب ایک ساتھ جہاد کے لئے نہ نکلیں، تمام افراد کا ایک ساتھ جہاد کے لئے نکل کھڑا ہونا شائستہ امر نہیں ہے۔ (۱۱)

بہرحال درج ذیل نکات اس تفسیر کے نارسا ہونے کو آشکار کرتے ہیں۔

۱۔ اس روایت کا مفہوم یہ ہے کہ غیر ضروری موارد میں خداوند نہیں چاہتا کہ تمام مومنین جہاد کے لئے مدینہ سے کوچ کریں لیکن جہاں تک باقی ماندہ لوگوں کے حصول علم اور پھر مجاہدین کے انذار کا تعلق ہے تو اس کی طرف روایت میں کوئی اشارہ نہیں کیا گیا۔

۲۔ یہ تفسیر تقدیر کی محتاج ہے لہٰذا آیہ کے ظاہر سے مخالفت رکھتی ہے کیونکہ "لیتفقھوا" کی ضمیر کا مرجع ظاہراً" کوچ کرنے والے ہیں جبکہ اس تفسیر میں باقی ماندگان کو مرجع قرار دیا گیا ہے۔

مذکورہ اشکال کے مد نظر تفسیر نمونہ میں کہا گیا ہے کہ "جو کچھ اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے وہ اس کے مشہور شان نزول سے مطابقت کے علاوہ کسی بھی دوسری تفسیر کی نسبت آیت کے ظاہر سے زیادہ موافقت نہیں رکھتا ہے۔ فقط **من کل فرقة منهم طائفة** کے بعد **لتبقی طائفة** کے جملے کو مقدر ماننا ضروری ہے۔ یعنی ہر فرقے سے ایک گروہ جہاد کے لئے جائے اور دوسرا گروہ باقی رہے۔ آیت میں موجود قرائن کی روشنی میں اس تقدیر میں کوئی مشکل بھی ایجاد نہیں ہو گی۔" (۱۲)

مذکورہ تفسیر میں شان نزول کو اگرچہ مشہور قرار دیا گیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کے مشہور ہونے پر کوئی دلیل قائم نہیں کی گئی بلکہ باقی مذکورہ شان نزولوں سے کسی بھی صورت یہ شان نزول زیادہ شہرت نہیں رکھتا اور نہ ہی آیت کے ظاہر کی ممانعت پر اس شان نزول کے علاوہ کوئی اور دلیل پیش کی گئی ہے۔ حالانکہ جب تک ممکن ہو قرآن کے ظاہر کی مخالفت کا ارتکاب صحیح نہیں ہوتا ہے اور مذکورہ آیہ میں ایسا امکان موجود ہے۔

انذار اس وقت مناسب ہوتا ہے جب مخاطب اہل غفلت میں سے ہو اور احکام کی بجا آوری میں سستی کا مظاہرہ کرتا ہو، جب کہ "**لعلھم یحذرون**" کا جملہ اسی مطلب پر دلالت کرتا ہے جبکہ وہ سر بکف مجاہد جو اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر جہاد کرتے ہیں۔ اہل غفلت میں سے نہیں ہو سکتے۔

دوسری تفسیر

ابن جریر طبری نے حسن بصری سے نقل کیا ہے کہ "**لیتفقھوا**" کی ضمیر کا مرجع مدینہ میں رہ جانے والے مسلمان نہیں بلکہ جہاد کے لئے کوچ کرنے والا گروہ ہے اور مراد یہ ہے کہ یہ گروہ جہاد کے دوران نصرت الٰہی اور مشرکین کی شکست کے مشاہدے کے ذریعے دین میں سوجھ بوجھ حاصل کر کے واپسی پر اپنی قوم کو احکام الٰہی کی مخالفت سے ڈرائیں۔ خود ابن جریر کا نظریہ بھی یہ ہے کہ یہ تفسیر حقیقت کے زیادہ قریب ہے۔ (۱۳)

یہ تفسیر پہلی تفسیر کے برعکس ہے۔ کیونکہ پہلی تفسیر کی بنا پر مدینہ میں باقی رہ جانے والا گروہ انذار کرنے والا طبقہ قرار پاتا ہے جبکہ اس تفسیر کی بنا پر مجاہدین انذار کرنے والے ہیں۔ سید قطب نے بھی اس تفسیر کی حمایت میں دلائل دیئے ہیں۔ ان کا کہنا ہے:

"اسلام ایک دقیق اور متحرک دین ہے اور اس کی سوچ سمجھ جہاد پر نکل کر ہی حاصل کی جا سکتی ہے کیونکہ جہاد کے دوران مجاہدین اسرار الٰہی کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ (۱۴) دین میں سوجھ بوجھ' تحرک اور ہمہ جانبہ' جستجو ہی کے ذریعے حاصل ہوتی ہے اور ایک غیر متحرک اور گوشہ عزلت میں بیٹھے فقیہ سے دینی فہم و فراست حاصل نہیں کی جا سکتی کیونکہ وہ لوگ جن کی تمام تر محنت اور زحمت فقط کتابوں کی ورق گردانی میں منحصر ہو وہ اسلام کے تازہ اور جدید احکام سے آشنا نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ متحرک نہیں ہیں' ایک ایسا تحرک اور ایک ایسی ہمہ جانبی جستجو کہ جس کا ہدف انسانوں کو انسانوں کی بندگی سے نکال کر خدا کی بندگی میں لانا ہو۔" (۱۵)

درج ذیل دلائل کی بناء پر یہ دلیل بھی قابل قبول نہیں ہے۔

۱۔ آیہ شریفہ کے جو شان نزول بیان کئے گئے ہیں یہ تفسیر ان میں سے کسی کے ساتھ بھی مطابقت نہیں رکھتی۔

۲۔ آیت کے ظاہر سے یہ استفادہ ہوتا ہے کہ دوسرے فقرے میں نفر کا ہدف دین میں فہم و فراست کا حصول ہے لہٰذا تفقہ (فہم و فراست) ہدف ہو گا نہ کہ فائدہ۔ حالانکہ اگر نافرین سے مراد مجاہدین ہوں تو ان کا اصلی ہدف دین میں تفقہ نہیں بلکہ دین کا دفاع ہوتا ہے۔ ہاں! یہ ممکن ہے کہ اس دفاع کے ضمن میں انہیں یہ علمی فائدہ بھی حاصل ہو جائے۔

۳۔ دوران جنگ قدرت الٰہی کی علامتوں کا مشاہدہ' مشرکین پر مومنین کے غالب آنے کے الٰہی وعدے کا تحقق اور غیبی امداد۔ یہ وہ امور ہیں کہ جن کے بارے میں قرآن نے تصریح فرمائی ہے اور ان کا انکار ممکن نہیں ہے لیکن اس قسم کے امور کے مشاہدے پر "تفقہ فی الدین" کا اطلاق قابل قبول نہیں ہے۔ محمد عبدہ نے طبری کی رائے نقل کرنے کے بعد یوں تبصرہ فرمایا ہے:

یہ تاویل غلط ہے اور آیہ مبارکہ کے نظم کے منافی ہے کیونکہ مشرکین پر فتحیابی سے مومنین کی سبق آموزی پر کہ بعض مواقع پر جس کے برعکس بھی اتفاق ہوا (اور مومنین کو ہزیمت اٹھانا پڑی)

"تفقہ فی الدین" کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا اگرچہ ممکن ہے کہ فقہ بمعانی عام ایسے موارد کو بھی شامل ہو' کیونکہ تفقہ اس علم و معرفت کو کہا جاتا ہے کہ جو دشواری سے اور درجہ بدرجہ حاصل ہو۔ (۱۶)

تیسری تفسیر

اس تفسیر کی بنا پر آیہ مبارکہ کا معنی کچھ یوں ہو گا۔

ضروری نہیں ہے کہ سب کے سب مومنین حصول علم کے لئے مدینہ کا رخ کریں بلکہ ہر قبیلے سے ایک گروہ کو کوچ کرنا چاہیے' تاکہ پیامبر اکرم ﷺ سے علم سیکھنے اور دین میں فقاہت کی قوت

پیدا کرنے کے بعد یہ گروہ اپنی قوم کے پاس لوٹ آئے اور اسے ڈرائے۔

مجاہد، (۱۷)۔ جبائی، (۱۸)۔ اور زمخشری (۱۹) نے اس تفسیر کا انتخاب کیا ہے اور مرحوم طبرسی نے جوامع الجامع میں اسے منتخب فرمایا ہے۔ (۲۰) جبکہ مجمع البیان میں تیسرے احتمال کے عنوان سے اسے ذکر فرمایا ہے۔ (۲۱) آلوسی کا کہنا ہے:

بہت سے مفسرین کا نظریہ یہ ہے کہ اس آیت میں کوچ کرنے سے مراد تحصیل علم کے لئے سفر اختیار کرنا ہے لہٰذا اس آیت کا پہلے والی آیات جو کہ جہاد کے متعلق ہیں، سے کوئی ربط نہیں ہے بلکہ ہجرت اور جہاد کی خاطر سفر جو کہ عبادت میں شامل ہوتا ہے، کو واجب قرار دینے کے بعد خداوند عالم نے ایک اور سفر کا تذکرہ فرمایا ہے اور وہ ہے تحصیل علم کے لئے سفر کرنا۔ بنا براین جملہ "**یتفقھوا**" اور "**ینذرو**" کی ضمیریں کوچ کرنے والے گروہ کی طرف رجوع کرتی ہیں۔ (۲۲)

جس طرح کہ آلوسی نے اشارہ کیا ہے، اس تفسیر کا دیگر تفاسیر سے اساسی فرق یہ ہے کہ دونوں فقروں میں (ینفروا ۔ نفر) مسافرت کا ہدف حصول علم کو قرار دیا گیا ہے۔ اس تفسیر کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو آیت کی شان نزول میں ابن عباس سے منقول ہے، یہ آیت جہاد کے بارے میں نہیں ہے بلکہ جب پیامبر اکرم ﷺ نے قبیلہ مضر کو لعنت کی تو ان کا علاقہ خشک سالی میں مبتلا ہو گیا اور پورے قبیلے کے لوگ موت سے جان بچانے کے لئے مدینہ آ نکلے۔ ظاہری طور پر انہوں نے اسلام کا اظہار کیا حالانکہ باطنی طور پر وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ ان کے ہجوم کے سبب پیامبر اکرم ﷺ کا کام خاصہ دشوار ہو گیا۔ یہاں تک کہ آپ ؐ سے حرج دور کرنے کے لئے آیہ مبارکہ نازل ہوئی اور لوگوں سے کہا گیا کہ وہ یکبارگی مدینہ کا رخ نہ کریں۔ (۲۳)

لیکن حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ روایت کا آیہ شریفہ کے ساتھ کوئی ربط نہیں ہے اور نہ ہی یہ روایت آیت کے شان نزول کی بیان گر ہے کیونکہ آیہ مبارکہ کا تعلق ان لوگوں سے ہے کہ جو خلوص نیت سے معارف دینی کے ادراک کی خاطر مرکز اسلام (مدینہ) کا رخ کرتے تھے۔ بھلا اس آیت کا مصداق وہ لوگ کیونکر ہو سکتے ہیں جو قحط سالی سے فرار کی خاطر ظاہراً" اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مدینہ آ نکلے؟ اس تفسیر کی ایک اور اساسی خامی یہ ہے کہ یہ تفسیر آیات کے سیاق و سباق سے ناسازگار ہے کیونکہ اس سے پہلے اور بعد کی آیات جہاد سے مربوط ہیں لہٰذا ان کے درمیان ایک آیت کا بطور کلی "طلب علم" نامی ایک غیر مربوط مسئلے کا بیان گر ہونا دشوار لگتا ہے۔ اس تفسیر میں تیسرا ضعف یہ ہے کہ تاریخی حقائق کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتی کیونکہ تاریخ بشریت اور تاریخ اسلام میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی قوم یا علاقے کے تمام لوگوں نے ایک ساتھ حصول علم کی خاطر اپنے گھروں سے کوچ کیا ہو کیونکہ ایسا کرنا عملی طور بہت مشکل ہے اور حصول علم کی توانائی اور سختیاں برداشت کرنا ہر ایک کے

بس کا روگ نہیں ہے۔ انسانی طبائع کچھ اس طرح ہیں کہ کبھی بھی ایسا نہیں ہو سکتا کہ سب کے سب لوگ دیگر تمام کام چھوڑ کر حصول علم میں مصروف ہو جائیں۔ خواہ دینی علم ہی کیوں نہ ہو اور پھر آیت نازل ہو کہ جو انہیں اس کام سے روکے۔

چوتھی تفسیر

اس تفسیر کے مطابق پہلے جملے "ما کان المومنون لینفروا کافۃ" میں "نفر" سے مراد جہاد کے لئے کوچ کرنا اور دوسرے جملے "فلو لا نفر" میں نفر سے مراد دینی علم حاصل کرنے کے لئے مسافرت کرنا ہے۔ اس تفسیر کو علامہ طباطبائیؒ نے اپنی تفسیر المیزان میں اختیار فرمایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

آیہ مبارکہ کا سیاق اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ لینفروا کافۃ سے مراد جہاد کی طرف کوچ کرنا ہے اور آیت کا معنی یوں ہے: جائز نہیں ہے کہ پورے شہر کے مومنین جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوں بلکہ مناسب تو یہ ہے کہ ہر فرقہ سے ایک گروہ پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے دینی سوجھ بوجھ حاصل کرے اور پھر علم پر عمل پیرا ہونے کے بعد اپنی قوم میں جا کر دینی معارف کو پھیلائے۔ (۲۴)

یہ تفسیر جہاں پہلے والی تفاسیر کے برعکس' نقاط ضعف سے مبرا ہے وہاں کئی ایک امور اس کی تائید بھی کرتے ہیں۔

۱۔ سیاق

جیسا کہ اشارہ کیا گیا ہے اس آیہ مبارکہ سے پہلے اور بعد کی آیات جہاد سے مربوط ہیں اور وحدت سیاق کا تقاضا یہ ہے کہ یہ آیت بھی جہاد پر ناظر ہو اور پہلے جملے میں "نفر" کو جہاد کے ساتھ مختص کرنے سے یہ تقاضا پورا ہو جاتا ہے۔ اسی لئے علامہ مرحوم نے اس تفسیر کے انتخاب کی دلیل سیاق ہی کو قرار دیا ہے۔

۲۔ شان نزول

شان نزول کے حوالے سے بیان کی جانے والی روایات اس تفسیر کی تائید کرتی ہیں۔

الف۔ پہلی تفسیر کے ذیل میں ابن عباس سے نقل کیا جانے والا شان نزول اس تفسیر کے مطابق ہے۔ اس روایت میں کہا گیا تھا کہ منافقین کی جہاد میں عدم شرکت پر ان کی مذمت میں جب آیات نازل ہوئیں تو مسلمانوں نے پختہ ارادہ کیا کہ وہ سب کے سب تمام جنگوں میں شرکت کریں گے لیکن یہ امر جس چیز کا باعث بن سکتا تھا وہ یہ تھی کہ مومنین اپنے مسائل سے بے خبر رہ جائیں لہٰذا آیۃ مبارکہ نازل ہوئی اور مسلمانوں سے تقاضا کیا گیا کہ وہ ایک ساتھ جہاد پر نہ جائیں لیکن ہر قبیلہ سے کچھ لوگ مدینہ میں آکر دینی تعلیم حاصل کریں' دینی فہم فراست حاصل کریں اور پھر اپنی قوم کو انذار کریں۔

ب۔ اس آیت کے ذیل میں عوفی نے ابن عباس سے یہ روایت نقل کی ہے:

عربوں کے ہر قبیلے سے کچھ لوگ پیامبر اکرم ﷺ کے پاس آتے تھے، دینی امور کے بارے میں سوال کرتے تھے اور ان مسائل سے آگاہی حاصل کرنے کے بعد رسول خدا ﷺ سے پوچھتے کہ اب ہماری ذمہ داری کیا ہے؟ اور اپنی قوم کے پاس لوٹ جانے کے بعد کیا کام ہمارے ذمہ ہے؟ پیامبر اکرم ﷺ انہیں فرمان الٰہی کی اطاعت اور اپنے اوامر کی انجام دہی کا حکم دیتے اور ان سے تقاضا کرتے کہ وہ اپنی قوم کو نماز پڑھنے اور زکواۃ دینے کی تلقین کریں اور انہیں کہیں کہ جو بھی اسلام لائے وہ ہم میں سے ہے۔ یہ لوگ اپنی قوم کو انذار کرتے تھے اس انذار سے بعض اوقات باپ بیٹے اور ماں بیٹے کے درمیان جدائی ہو جاتی تھی۔ (۲۵)

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ آیہ نفر کے نزول کے بعد مومنین پر واضح ہو گیا کہ وہ دینی علم حاصل کرنے کے لئے کس طرح پیامبر اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں تاکہ دینی علوم سیکھنے کے بعد اپنی قوم کی ہدایت کر سکیں اور یہ روایت واضح طور پر چوتھی تفسیر کی تائید کرتی ہے

ج۔ وہ روایات جو آئمہ اطہار علیہم السلام کے آیہ نفر سے استشہاد پر دلالت کرتی ہیں، اسی چوتھی تفسیر کی تائید کرتی ہیں مثلاً" امام صادق ؑ کی خدمت میں عرض ہوا کہ کچھ لوگ پیامبر اکرم ﷺ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ "اِخۡتِلَافُ اُمَّتِی رَحۡمَۃٌ" (امت کا اختلاف رحمت ہے۔) تو آپؑ نے فرمایا سچ کہتے ہیں عرض ہوا اگر امت کا اختلاف رحمت ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ پس ان کا اتفاق عذاب ہے! امام علیہ السلام نے جواب دیا مراد یہ نہیں ہے جو آپ اور انہوں نے لی ہے بلکہ آنحضرتؐ کا مقصود وہی فرمان الٰہی ہے کہ ارشاد ہوتا ہے **فلو لا نفر من کل فرقة منهم طائفة** خداوند عالم نے اس آیہ میں مومنین سے تقاضا کیا کہ وہ پیامبر اکرمؐ کے پاس آمد و رفت رکھیں تاکہ دین کا علم سیکھیں اور پھر اپنی قوم کو سیکھانے کے لئے ان کے پاس لوٹ جائیں۔ مقصود دوسرے شہروں سے (پیامبر اکرمؐ کے پاس) آمد و رفت ہے نہ کہ دین الٰہی میں اختلاف! دین خدا تو ایک ہی ہے۔ (۲۶) امام علیہ السلام کے فرمان کا وہ آخری حصہ جس میں فرماتے ہیں کہ مقصود دوسرے شہروں سے (مدینہ) آمد و رفت ہے۔ پہلی دو تفسیروں پر خط بطلان کھینچ دیتا ہے کہ جن میں کوچ کرنے کا مبداء مدینہ کو قرار دیا گیا ہے۔ نیز **فلو لا نفر......** کی حصول علم کے لئے مسافرت سے تفسیر ایسی چوتھی تفسیر کی تائید کرتی ہے۔

یعقوب بن شعیب سے بھی مروی ہے کہ میں نے امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی: جب کبھی امام حاضر کو کوئی حادثہ پیش آ جائے تو لوگوں پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟ امام علیہ

السلام نے فرمایا: خداوند عالم نے ان کی ذمہ داری متعین فرما دی ہے۔ **فلو لا نفر من کل فرقة منهم طائفة۔** میں نے عرض کی اس گروہ کے حصول علم تک لوگوں کی ذمہ داری کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: لوگ (اس وقت تک) معذور ہیں۔ (۲۷)

اس روایت میں بھی دوسرے فقرے میں لفظ ”نفر“ سے مراد طلب علم کے لئے مسافرت اختیار کرنا لیا گیا ہے کیونکہ امام کی معرفت ہر قوم کا فرض ہے اور یہ شناخت دین کی معرفت کا واضح مصداق ہے۔ امام علیہ السلام کا پہلے جملے **ما کان المومنون لینفروا کافة** سے استفسار نہ کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ جملہ جہاد سے مربوط ہے نہ کہ تحصیل علم سے

اب تک کی بحث سے معلوم ہوگیا ہے کہ مذکورہ تفاسیر میں سے فقط چوتھی تفسیر قابل قبول ہے۔ اب جبکہ آیہ مبارکہ کا معنی اور تفسیر واضح ہے، ان چند اہم نکات کا ذکر اگلی قسط میں کیا جائے گا جن کا آیہ مبارکہ ”نفر“ سے استفادہ ہوتا ہے۔

***

حوالہ جات

۱۔ التوبہ، ۱۲۲
۲۔ اصول کافی، ج ۴۔ ص ۴۲۷
۳۔ کفایة الاصول، اخوند خراسانی ج ۲، ص ۹۲۔ رسائل شیخ انصاری ج۱۔ ص ۱۶۲
۴۔ تفسیر نمونہ ج ۸۔ ص ۱۹۳، اصول الفقہ، مظفر ج ۲۔ ص ۷۵ ۔ ۸۰
۵۔ التمہید، استاد معرفت، ج۱ ص ۲۴۵، البرہان زرکشی، ج ۲ ص ۱۵۶۔ الاتقان، سیوطی، ج ۴ ص ۱۸۰
۶۔ تفسیر القرآن العظیم، ج۲۔ ص ۴۰۱
۷۔ روح المعانی، ج۱۱، ص ۴۸
۸۔ المنار، ج۱۱، ص
۹۔ تفسیر نمونہ، ج۸، ص ۱۹۰
۱۰۔ مجمع البیان، ج۳، ص ۸۳
۱۱۔ مدرک سابق
۱۲۔ تفسیر نمونہ، ج۸، ص۱۹۱
۱۳۔ جامع البیان ج۱۱، ص۵۲
۱۴۔ ظلال القرآن، ج۴، ص ۳۴۳
۱۵۔ مدرک سابق
۱۶۔ المنار، ج۱۱، ص ۸۰
۱۷۔ روح المعانی، ج ۱۱، ص ۴۹
۱۸۔ مجمع البیان، ج ۳، ص ۸۳
۱۹۔ تفسیر الکشاف، ج۲، ص ۳۲۲
۲۰۔ جوامع الجامع، طبرسی، ج۲ ص ۹۲
۲۱۔ مجمع البیان ج ۳، ص ۸۴
۲۲۔ روح المعانی، ج ۱۱، ص ۴۹
۲۳۔ تفسیر القرآن العظیم، ج ۲، ص ۴۰۱
۲۴۔ تفسیر المیزان، علامہ طباطبائی، ج ۹، ص ۴۰۳
۲۵۔ تفسیر القرآن العظیم ج ۲، ص ۴۰۱
۲۶۔ تفسیر صافی، ج ۱، ص ۷۴۰
۲۷۔ تفسیر عیاشی، ج ۲، ص ۱۱۷